آئی ایم ایف سے نجات مگر پالیسیوں کی پاسداری

تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان نے نوآبادیاتی نظام کے اس طرز زندگی کے خلاف ایک طویل جدوجہد کے بعد حاصل کی۔ ہندو اور انگریز کے ستائے ہوئے مسلمانوں کو اپنے حقوق کسی بادشاہ سے نہیں بلکہ سامراجی حکمت عملی سے چھڑوانے کا مسئلہ درپیش تھا لیکن افسوس کہ آزادی حاصل کرنے کے بعد ہم نے سامراجی حکمت عملی کو بطور ایشو سامنے نہیں رکھا۔ بانی پاکستان قائداعظمؒ کے فرمودات کو پالیسی سازی کی بنیاد نہ بنایا گیا۔ جس طرح ہمارے قائد کی خواہش تھی صنعتی ترقی کے لئے وہ پلیٹ فارم تشکیل نہ دیا گیا۔ صنعتی انقلاب کے بغیر نہ فیوڈل ازم ختم ہو سکتا تھا اور نہ ہی سرمایہ داری، ترقی پذیر ممالک میں صنعتی ترقی تعلیم، صحت، فلاح عامہ روزگار اور معاشی ترقی کے لئے وسائل فراہم کرتی ہے۔

وزیراعظم شوکت عزیز ملکی تاریخ کے 57 برسوں کے دوران اس واحد وزیراعظم کے طور پر سامنے آئے ہیں جنہوں نے واشگاف الفاظ میں آئی ایم ایف سے چھٹکارے کا اعلان کیا ہے لیکن یہ اعلان غربت کم کرو سے متعلق دو قرضوں کی قسط نہ لینے سے ہے۔ وزیراعظم کا یہ اعلان عالمی سطح پر ایک باوقار فیصلہ ہے کیوں کہ آئی ایم ایف دنیا بھر میں ایک ایسی کریڈٹ ایجنسی کے طور پر جانا جاتا ہے جو قرضوں کے ساتھ کڑی شرائط بھی عائد کرتا ہے جو اس ملک کے نظریاتی ڈھانچہ اور زمینی حقائق سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

گزشتہ چند برسوں کے دوران عالمی مالیاتی ادارے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک نے جس سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام (SAP) کے تحت ملک میں تعلیم، صحت، زراعت، گیس، بجلی، پانی سے متعلق پروگرام لائے گئے ہیں ان شعبہ جات میں ہر سطح پر بجائے بہتری کے عوام کی پریشانیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ حکومت کی طرف سے آئی ایم چھٹکارا دو قسطوں کی وصولی سے عبارت بنا ہے لیکن سرکاری سطح پر یہ اعلان نہیں کیا گیا کہ اب سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام کے تحت اب ہماری قومی ترجیحات، پرائیوٹائزیشن، سبسڈی کے اعتبار سے کیا ہوں گی۔ تعلیم کے جس نظام کو پرائیوٹائز کر کے اساتذہ اور والدین کے لئے پریشان کن بنایا گیا ہے کیا اس میں اصلاح ہو گی، علاج معالجہ کے سلسلہ میں ہسپتالوں کو تجارتی بنیادوں پر چلانے کے لئے جو منصوبہ سازی کی گئی اس میں کوئی تبدیلی آئے گی۔

یہ بات باعث حیرت ہے کہ جس روز وزیراعظم آئی ایم ایف سے چھٹکارے کا اعلان کرتے ہیں اس سے اگلے دن ان کے مشیر خزانہ سلیمان شاہ ورلڈ بنک کے ایک نمائندہ وفد سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ملک میں انصاف تک رسائی کے حصول کے لئے اور سماجی شعبوں کی بہتری کی خاطر مالی اور فنی امداد فراہم کی جائے اگر حکومت کے پاس غربت کم کرنے کے منصوبہ جات کے لئے فنڈ ہیں تو پھر انصاف کے حصول کے لئے غیر ملکی محتاجی کیوں؟ ہر جگہ 12 ارب ڈالر کے ذخائر کا جو تذکرہ ہو رہا ہے تو پھر ورلڈ بنک کی امداد اور آئی ایم سے چھٹکارا دو متضاد اعلان ہیں۔

وزیراعظم، گورنر سٹیٹ بنک اور ان کے دیگر اکنامک منیجرز مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے گزشتہ برسوں کے دوران بلاشبہ ملکی معیشت کو ٹھوس بنیادیں فراہم کی ہیں ان کی کاوشوں کے ثمرات میں ملکی معیشت پر قرضوں کا بوجھ جو سال

2000-2001ء میں 66 فیصد تھا اب وہ 25 فیصد رہ گیا ہے۔ نئے قرضے رعایتی شرحوں پر مل رہے

> **ہمارے ہاں جہاں ایک عام متوسط آدمی جس کی آمدنی 3 ہزار ماہانہ ہو اس کی آمدنی کا 67 فیصد یوٹیلٹی سروسز پر چلا جائے کیا یہ اچھی منصوبہ بندی ہے؟**

ہیں۔ برآمدات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ غیر ممالک میں مقیم پاکستانیوں سے سالانہ 3.5 بلین ڈالر کی اوسط سے زر مبادلہ حاصل ہو رہا ہے۔ کرنسی کو استحکام ملا ہے۔ ٹیلی کمیونیکیشن میں بیرونی سرمایہ کاری آئی ہے۔ مالیاتی خسارہ 4.4 فیصد تک کم ہوا ہے۔ محصولات کی وصولی میں اضافہ ہوا ہے۔ بنکوں کی نجکاری سے نقصان کم ہوا ہے۔ سٹیل ملز اور پی آئی اے خسارہ سے نکل کر منافع بخش ادارے بن چکے ہیں۔ قرضوں کے لئے FISCAL RESPONSIBILITY LAW اسمبلی میں لایا جا رہا ہے۔ 500 ملین ڈالر کا پہلا آزاد اسلامک بانڈ عالمی منڈی میں سٹی بینک اور ایس بی سی کے تعاون سے متعارف کروایا جا رہا ہے جب کہ مزید یورو بانڈ بھی متعارف کروانے کے لئے منصوبہ سازی جاری ہے۔

موخرالذکر تمام کامیابیوں کے تناظر میں عوام چاہتی ہے کہ معاشی ترقی کے لئے ایسی پالیسی سازی کی جائے جس کی جڑیں عوام میں ہوں، جنوبی ایشیا جو دنیا کی 22 فیصد آبادی پر محیط ہے وہ دنیا کے 40 فیصد غریبوں کی رہائش گاہ بن چکا ہے اور یہاں کی 22 فیصد آبادی کا عالمی آمدنی میں حصہ صرف 1.3 فیصد ہے۔ ماضی کو نہ قدرت بدل سکتی ہے اور نہ ہم لیکن مستقبل ہمارے ہاتھ میں ہے اگر حکومت اور عوام کے درمیان پائی جانے والی بدگمانیوں کو ختم کر دیا جائے تو اس سے معاشی ترقی کو زبردست قوت محرکہ ملے گی، ملک کو اتفاق رائے سے چلانے کے لئے ایک موثر رول ماڈل کی ضرورت ہے۔

دنیا میں آنے والی تبدیلیوں کی روشنی میں اگر ہم وقار کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں عالمی حالات کے آہنگ کو دیکھ کر فیصلے کرنا چاہیں۔ تنقید سے قومیں ترقی کے عمل کو حاصل نہیں کر سکتیں۔ ہمارے سیاستدانوں کو اب اپنے اندر تبدیلی لانا چاہئے۔ اقتدار کے نام پر سیاست کرنے کی بجائے مسائل کے نام پر سیاست کو احیا دیا جائے۔ غریب کو غربت سے نکالنے کا عزم ہونا چاہئے۔ لوگوں کو غلام بنا کر ان سے سلام وصول کرنے کی سیاست اب ختم ہونا ضروری ہے۔ ملک کی 57 سالہ تاریخ میں معاشی ترقی کی ذمہ داری چند پالیسی ساز اداروں کے گرد گھوم رہی ہے۔ عوام کے لئے شروع کئے جانے والے بڑے بڑے منصوبوں کو کبھی بھی انہوں نے اپنا تصور نہیں کیا اور نہ کبھی ان کی ناکامی پر افسوس ہوا۔ افراد اور عمل، انسانی وسائل کی ترقی، ترقی کے عمل کے ڈھانچہ کی مانند ہیں ان کو خاطر میں لائے بغیر منصوبہ سازی آج کے دور میں ناممکنات میں سے ہے۔ یہ عوامی بددلی کی نمایاں مثال ہے کہ آج بڑی بڑی صنعتیں لگانے کے لئے شرح مارک اپ 4 فیصد ہے لیکن سرمایہ کاری نہ بڑے سیکٹر اور نہ ہی چھوٹے سیکٹر میں ہو رہی ہے۔ سٹاک ایکس چینج کی سرمایہ کاری اور جائیداد کا مسئلہ معاشی ترقی نہیں ہے۔

ایک اور غور طلب بات یہ ہے کہ جب حکومت آئی ایم ایف سے چھٹکارے کا اعلان کرتی ہے تو دوسری طرف ویب سائیٹ پر حکومت پاکستان کی طرف سے آئی ایم ایف کے منیجنگ ڈائریکٹر رڈریگوڈی راٹو کو لکھی گئی چٹھی اور اس کے ساتھ منسلک میمورنڈم POVERTY REDUCTION STRATEGY PAPER (PRSP) کی تشریحات پڑھنے کو ملتی ہیں جن میں آئی ایم ایف کے ساتھ طے پا جانے والی پالیسیوں کے تسلسل اور ان کی پاسداری کا تذکرہ ہے تو ان میں سوچ ابھرتی ہے کہ یہ کیا ہے کیوں کہ اس میمورنڈم میں وضاحت کی گئی ہے کہ حکومت میکرو اکنامک پالیسیوں، ٹیکس پالیسی ریفارمز، انرجی سیکٹر ریفارمز، مالیاتی پالیسی، پرائیوٹائزیشن کے عمل کو جاری رکھے گی۔

دنیا میں صنعتی تجارتی اور مالیاتی منڈی کے بعد اب معلومات کی منڈی انفارمیشن مارکیٹ وجود میں آ چکی ہے یہ منڈی سب منڈیوں پر سیاسی، اقتصادی اور سماجی اعتبار سے غلبہ پا رہی ہے۔ لوگوں کو اب میڈیا کے ذریعے مطمئن نہیں کیا جا سکتا۔ کمپیوٹر نیٹ ورک نے لاکھوں نہیں کروڑوں عوام کے ساتھ روابط کے مواقع فراہم کر دیئے ہیں۔ گھر بیٹھے بٹھائے مختلف موضوعات پر وڈیو کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔ معاہدات کی دستاویزات پر لیزر بیم LASER BEAM کے ذریعے دستخط ہو رہے ہیں لیکن ہمارے زمینی حقائق کے متضاد ہماری معاشی ترقی کی پالیسیاں کہاں تشکیل پاتی ہیں؟ قومی سلامتی کے تقاضوں میں غیروں کے انحصار سے آزادی صحیح معنوں میں معاشی ترقی کا آہنگ ہے اگر سیاست اور معیشت پر اجارہ داری غیر کی ہو گی تو عوام میں وطن پرستی کے رجحانات روز بروز کم ہوتے جائیں گے۔ مضبوط دفاعی خرچوں اور حصار کے باوجود اندرونی انتشار بڑھتا جائے گا جس کا خمیازہ بنگلہ دیش کی شکل میں سامنے آ چکا ہے۔ چین کی معاشی ترقی میں ایک بنیادی فلسفہ جو اب تک حکومت کے لئے مشعل راہ ہے کہ لوگوں کے پاس جاؤ، ان کے ساتھ رہو، ان کے مسائل دیکھو، ان کے وسائل کا اندازہ لگاؤ اور پھر ترقی کے عمل کے لئے معاشی منصوبہ بندی کرو، ہمارے ملک میں گزشتہ برسوں کے دوران ایسی ایسی پالیسیاں متعارف کروائی گئی ہیں جو زمینی حقائق کے منافی ہیں۔ واپڈا کی پرائیوٹائزیشن کے لئے جو اربوں ڈالر کے قرضے لئے گئے ان قرضوں نے عوام کو کیا دیا ہے اور ان کے ثمرات کیا ہیں۔ یوٹیلٹی سروسز اس قدر مہنگی کر دی گئی ہیں کہ ایک عام آدمی کی دسترس سے وہ باہر جا رہی ہیں۔ محکمہ ٹیلی فون سالانہ 37 فیصد منافع سروسز بھاری منافع پر دی جاتی ہیں اگر اس ادارہ کی طرح دیگر نجی ادارے خاص کر ملٹی نیشنل ادویات ساز ادارے بھی 50 اور صد فیصد منافع پر کام شروع کر دیں تو عوام کے مفادات کا چیک اینڈ کنٹرول کا نقطہ بیلنس کہاں ہو گا۔ یوٹیلٹی بلوں کے حوالہ سے کیا یہ بات حیران کن نہیں کہ وہ ممالک جہاں ماہانہ فی کس آمدنی 2 ہزار ڈالر کم از کم ہو وہاں کا صارف تو یوٹیلٹی پر اپنی آمدنی کا 10 فیصد خرچ کرے اور ہمارے ہاں جہاں ایک عام متوسط آدمی جس کی آمدنی 3 ہزار ماہانہ ہو اس کی آمدنی کا 67 فیصد یوٹیلٹی سروسز پر چلا جائے کیا یہ اچھی منصوبہ بندی ہے۔

(جاری ہے)

آئی ایم ایف سے نجات مگر پالیسیوں کی پاسداری ......(آخری قسط)

حکومت کی اقتصادی کامیابیوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ سٹاک ایکس چینج کا حجم پہلے کی نسبت ہزار ہا گنا بڑھ چکا ہے لیکن عام آدمی کو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ بنک کنزیومر فنانسنگ کر رہے ہیں۔ ملٹی نیشنل اداروں کی کاریں، موٹر سائیکلیں، سامان الیکٹرانک فروخت ہو رہا ہے۔ کنزیومر فنانسنگ نے بے روزگاری کم کرنے میں کیا کردار ادا کیا ہے۔ غربت کم کرنے میں کیا کردار ہے۔ حقائق یہ ہیں کہ یہ ادارے آٹو موبائلز اور سامان الیکٹرانک کا 60 سے 80 فیصد تک حصہ کسٹمز کی ڈی لیشن مراعات کے تحت اپنے ملکوں سے درآمد کر رہے ہیں اور اندرون ملک اپنی مصنوعات فروخت کر کے اجارہ داریاں قائم کر رہے ہیں۔

وہ کون سے عوامل ہیں کہ ان اداروں کا کسٹمز ڈی لیشن رعایت کا ٹارگٹ اب تک زیرو پر نہیں آ سکا اور ان کو بدستور تحفظات حاصل ہیں اور ان اداروں نے اندرون ملک اپنے پرزے بنانا شروع نہیں کئے اور درآمدات پر انحصار ہے۔

معیشت کی ترقی کیلئے نجی شعبہ کو بند گلی میں دھکیل دینا، سمگلنگ کنٹرول نہ کرنا، بنک اکانومی کی حوصلہ افزائی کرنا، سٹہ بازی کی معیشت پر خوش ہونا، کرنسی کی قدر میں اتار چڑھاؤ کو سٹیٹ بنک سے کنٹرول کروانا ہماری مارکیٹ کی مبادیات بن چکی ہیں۔

قومی بچت سکیموں میں منافع انتہائی کم کر کے معاشرہ کے غیر مراعات یافتہ طبقات کی مفلسی میں اضافہ کیا گیا ہے اور لاکھوں چھوٹے سرمایہ کاروں کے سرمایہ کی سیال پذیری کو قابو کر کے اسے سٹاک مارکیٹ میں سرمایہ کاری پر مجبور کیا جا رہا ہے۔

پچھلے چند برسوں سے بیرونی ممالک میں مقیم پاکستانی سالانہ 4.3 ارب ڈالر کی رقوم زرمبادلہ کی شکل میں بھجوا رہے ہیں۔ ایک عام اندازے کے مطابق بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی سالانہ آمدن 60 ارب ڈالر ہے جس میں سے وہ 14 ارب ڈالر بچاتے ہیں اور زیادہ تر سرمایہ کاری بیرونی ممالک کے بنکوں اور تمسکات میں کرتے ہیں اگر ملک میں ترقی کے عمل اور صنعت سازی میں تحفظات فراہم کئے گئے ہوں۔ پالیسیاں عوام کی مرضی کے مطابق ہوں تو پھر آئی ایم ایف سے مستقل بنیادوں پر جان چھوٹ سکتی ہے کیونکہ یہ ادارے ایڈوانس اکانومی کے حوالہ سے شرائط عائد کرتے ہیں جبکہ ہماری معیشت روایتی انداز کی ہے۔ آئی ایم ایف جس پراجیکٹ کے لئے قرضہ دیتا ہے اس پراجیکٹ کے ماہرین، کنسلٹنٹس کی تقرری خود کرتا ہے جن کی تنخواہیں پاکستانی ماہرین سے کئی گنا زیادہ ہیں اس کے علاوہ مشینری اور خام مال تک وہ خود سپلائی کرتے ہیں اور یوں قرضے کی ایک بڑی رقم ان کے ملک کو واپس چلی جاتی ہے۔

عالمی مالیاتی اداروں کی شرائط کے ناطے اس وقت صورتحال یہ ہے کہ بجلی گیس کے زیادہ نرخوں کی وجہ سے ہماری مصنوعات عالمی منڈیوں کا مقابلہ نہیں کر پا رہیں۔ ہم اپنی روایتی اشیا کی برآمدات نہیں بڑھا سکے۔

آئی ایم ایف جس نے گزشتہ چودہ برس کے دوران پاکستان کو محض 4 ارب ڈالر کے قرضے فراہم کئے لیکن ہمیں غلامی زیادہ کرنی پڑی۔ 1950ء سے سن 2000ء تک پاکستان کو 58 بلین ڈالر کی امداد ملی بھارت، مصر کے بعد پاکستان دنیا کا تیسرا امداد لینے والا ملک ہے لیکن ان قرضوں اور امداد کے باوجود سوشل سیکٹر پسماندہ ہے۔ ملکی استحکام کیلئے ہمارے سیاستدانوں کو اب اپنے انداز بدل لینا چاہیں اور اختلاف رائے کے حق سے ملک کے معاشی ڈھانچہ کو متزلزل ہونے سے بچانا اشد ضروری ہے۔ یہ بات ہر ایک کیلئے لمحہ فکریہ بن رہی ہے کہ 11 ارب روپے سے بننے والی اسمبلیوں اور ان پر جاری ماہانہ کروڑوں روپیہ کے اخراجات سے عوام کو کیا مل رہا ہے؟ ملک کو ایک طرف دہشت گردی کا سامنا ہے تو دوسری طرف سیاسی ابتری ہر روز نئی شکل اختیار کرتی ہے۔

آئی ایم ایف سے نجات خواہ دکھلاوے کے لئے ہو، کیا یہ صورتحال بھی آنے والے دنوں میں قائم رہ سکتی ہے جب کہ ہمارا تجارتی خسارہ پچھلے برسوں کی نسبت بڑھ رہا ہے۔ اندازہ ہے کہ سال 2004-05ء کے دوران درآمدی بل کی رقوم 17 بلین ڈالر کی حد عبور کر جائیں گی کیونکہ گندم کھاد اور تیل پر ہمارے اخراجات بڑھ رہے ہیں جبکہ ہماری برآمدات کا ہدف 13 بلین ڈالر کا ہے۔ اسکے ساتھ پاکستان کو جنوری 2005ء سے عالمی منڈی میں چائنہ، بھارت کی سستی ٹیکسٹائل

مصنوعات کا مقابلہ بھی درپیش ہے۔

وزیراعظم شوکت عزیز اگر واقعی عوام کو عالمی مالیاتی اداروں کے دباؤ سے نکالنا چاہتے ہیں تو انہیں آبادی کے مختلف طبقات پر محصولات اور سروس چارجز کے اطلاق کا جائزہ لینا چاہئے اور محصولاتی ڈھانچہ اس طرح تشکیل دینا چاہئے کہ غریبوں پر بوجھ کم ہو۔

بجلی، گیس، پٹرولیم کی مصنوعات پر بے شمار قسم کے سرچارج اپنی نوعیت کے اعتبار سے جبری ہیں ان کو ختم کیا جائے۔ اشیائے تعیش پر ریگولیٹری ڈیوٹی لگائی جائے۔ سفارش ذاتی پسند اور اقربا پروری کی بنیاد پر مالیتی اداروں میں مشیروں کی تقرریاں بند کی جائیں۔ آٹو موبائلز اور سامان الیکٹرانکس کی تیاری میں کسٹمز کے ڈی لیشن پروگرام کی بدعنوانیاں ختم کی جائیں۔ اسمگلنگ کی روک تھام کی جائے۔ متبادل معیشت کا خاتمہ کیا جائے۔ کک بیک لوٹ کی بنیاد پر عالمی اداروں کی سفارشات پر کنٹریکٹس کی منظوری بند کی جائے۔ ایس آر او کلچر ختم کیا جائے۔

سیاسی تعلقات پر قرضوں کی منظوری ختم کی جائے۔ غیر منافع بخش میکرو اکنامکس کے منصوبے شروع نہ کئے جائیں۔ نجکاری کے عمل میں خسارہ پر چلنے والے اداروں کی صرف نجکاری کی جائے۔ یوٹیلٹی سروسز پر تجارت اور بھاری منافع کی حوصلہ شکنی کی جائے اگر ہر اعتبار سے مضبوط وزیراعظم ان خرابیوں کی اصلاح نہ کر پائے تو عالمی مالیاتی غلامی قوم کا مقدر بنی رہے گی اور محض الفاظ اور خوش فہمیوں سے قوم ایشئن ٹائیگر نہیں بن سکے گی بلکہ ملک کے عوام کو خوش فہمی میں رکھ کر انہیں کمزور سے کمزور کرنے کی سعی ہو گی۔

اس وقت ضرورت ہے کہ قوم کو عالمی درپیش خطرات سے آگاہ کر کے ان سے نمٹنے کیلئے تیار کیا جائے اور ذاتی انا کو چھوڑ کر وطن عزیز کی سلامتی کو مقدم خیال کیا جائے۔